قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 20 اکتوبر 2020ء | 02 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 248

ارشادِ باری تعالیٰ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(آل عمران: 32)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

بہر حال خلاصہ یہ کہ مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے۔ اور اس قسم کا (پروگرام) صرف یہی نہیں کہ سال میں ایک دن ہو۔ محبوب کی سیرت جب بیان کرنی ہے تو پھر سارا سال ہی مختلف وقتوں میں جلسے ہو سکتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہی جماعت احمدیہ کا تعامل رہا ہے، اور یہی جماعت کرتی ہے۔ اس لئے یہ کسی خاص دن کی مناسبت سے نہیں، لیکن اگر کوئی خاص دن مقرر کر بھی لیا جائے اور اس پہ جلسے کئے جائیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے بلکہ ہمیشہ سیرت بیان کی جاتی ہے۔ اگر اس طرح پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ بدعات شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی قسم کے ایسے خیالات نہیں آنے چاہئیں کہ اس مجلس سے ہم نے جو برکتیں پالی ہیں ان کے بعد ہمیں کوئی اور نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کے خیال ہوتے ہیں۔ تو نہ افراط ہو نہ تفریط ہو۔

پس آج میں بقیہ وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بعض پہلو بیان کروں گا تا کہ ہم بھی ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔ تبھی ہم جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیروی کرکے خدا تعالیٰ کی محبت کو پا سکتے ہیں اور تبھی ہمارے گناہ بخشے جائیں گے، تبھی ہماری دعائیں بھی قبولیت کا درجہ پائیں گی۔

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کو وسیلہ بنا کر دعا کی جا سکتی ہے؟ آپؐ کی سنت کی پیروی اور آپؐ سے محبت کا تعلق، اللہ تعالیٰ کی رضا آپ کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہی ہے۔ اذان کے بعد کی دعا میں بھی یہی دعا سکھائی گئی ہے۔ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کا کچھ حصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درج فرمایا تھا۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ (آل عمران: 32) تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے کیا سنت قائم فرمائی؟ جن کی ہم نے پیروی کرنی ہے۔ آپؐ کے کیا کچھ عمل تھے جو آپؐ نے اپنے صحابہ کے سامنے کئے اور آگے روایات میں ہم تک پہنچے۔

(خطبہ جمعہ 13؍ مارچ 2009ء)

اس شمارہ میں

- باپ کی ایک غم زدہ بیٹی (منظوم)
- خاندانی منصوبہ بندی (قسط اول)
- عفو و درگزر کی حسین راہیں
- تاؤازم کے بانی حضرت لاؤ تزو کے حالاتِ زندگی

فرمانِ رسول ﷺ

أَبَا ذَرٍّ، يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حَتَّى أَصْبَحَ بِآيَةٍ وَالآيَةُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ساری رات یہ دعا فرماتے رہے کہ ’’اگر تُو انہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔‘‘ (سورہ المائدہ: 188)

(سنن النسائی کتاب الافتتاح باب ترديد الآية حديث نمبر 1010)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

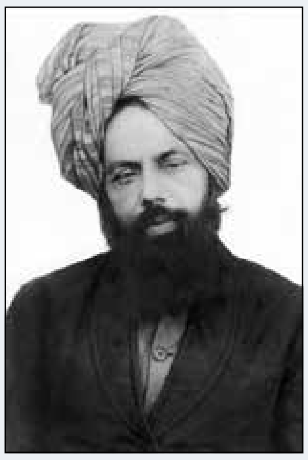

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 1895ء کی اپنی تصنیف آریہ دھرم میں فرماتے ہیں:

’’ہمارے مذہبی مخالف (یعنی اسلام کے مخالف) صرف بے اصل روایات اور بے بنیاد قصوں پر بھروسہ کر کے جو ہماری کتبِ مسلّمہ اور مقبولہ کی رُو سے ہرگز ثابت نہیں ہیں بلکہ منافقوں کے مفتریات ہیں ہمارا دل دکھاتے ہیں اور ایسی باتوں سے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اور گالیوں تک نوبت پہنچاتے ہیں جن کا ہماری معتبر کتابوں میں نام و نشان نہیں۔ اس سے زیادہ ہمارے دل دکھانے کا اور کیا موجب ہوگا کہ چند بے بنیاد افتراؤں کو پیش کر کے ہمارے اس سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر (نعوذ باللہ) زنا اور بدکاری کا الزام لگانا چاہتے ہیں جس کو ہم اپنی پوری تحقیق کی رو سے سید المعصومین اور ان تمام پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے نکلے اور اس کو خاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پر تمام نبوتیں اور تمام پاکیزگیاں اور تمام کمالات ختم ہو گئے۔‘‘

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 84)

پھر 1897ء کی آپ کی تصنیف ہے ’’سراج منیر‘‘۔ اس میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسَلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

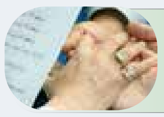

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

یہ بھی براہینِ احمدیہ کا حوالہ ہے۔ پھر جو اعلیٰ درجہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، اُس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز اَرضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔ ...اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ۔ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الانعام: 164-163) وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ۔ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ (الانعام: 154)۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ۔ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران: 32)۔ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡہِیَ لِلّٰہِ (آل عمران: 21)۔ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (المومن: 67)

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدوجہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا ربّ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مَیں اوّل المسلمین ہوں۔ یعنی دنیا کی ابتدا سے اس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنافی اللہ ہو۔ جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اس کو واپس دینے والا ہو‘‘۔ ’’خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اُس کو واپس دینے والا‘‘، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سپرد جتنے بھی کام کئے ہیں، جو ذمہ داریاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو فرائض وحقوق تھے، اُن کی ادائیگی کی جو انتہا ہو سکتی تھی وہ آپؐ نے فرمائی۔

فرمایا: ’’اس آیت میں اُن نادان موحّدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلّی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متّٰی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو‘‘ (اول تو حدیث کا پتہ نہیں صحیح ہے کہ نہیں۔ لیکن اگر مان لیا جائے کہ صحیح بھی ہو) ’’تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلّل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔ غور سے دیکھنا چاہئے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اوّل المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بقیہ صفحہ 8 پر

آج کی دعا

رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(سورۃ التحریم آیت نمبر 9)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تُو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

یہ قرآنِ مجید کی ترقیاتِ روحانی اور مغفرتِ الٰہی کی دعا ہے۔

اس دعا سے قبل کے قرآنی الفاظ کچھ یوں ہیں کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ بعید نہیں کہ تمہارا ربّ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ نبی کو اور ان کو رُسوا نہیں کرے گا جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ ان کا نور ان کے آگے بھی تیزی سے چلے گا اور ان کے دائیں بھی۔

گویا کہ اس دعا میں خدا کا مومنوں کے ساتھ وعدہ ہے کہ جب وہ اپنی اصلاح کر لیں گے اور سچی توبہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان کو آیت میں مذکورہ انعامات سے نوازے گا۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

باپ کی ایک غم زدہ بیٹی

باپ کی ایک غم زدہ بیٹی
دیر کے بعد مسکرائی ہے
آنکھ نمناک ہے مگر پھر بھی
مسکراہٹ لبوں پر آئی ہے

اس سے کہنے لگی کہ کیوں ابا
آپ اتنے اداس بیٹھے ہیں
سب کو غمگیں کر دیا ہے جو
آپ کے آس پاس بیٹھے ہیں

اپنے دل میں بسا کے میرا غم
کب تلک میرا درد پالیں گے
میرے دکھ کو لگا کے سینے سے
کیا مرا ہر ستم اٹھا لیں گے

آپ کی بیٹیاں ہیں اور بھی جو
اپنوں، غیروں کے ظلم سہتی ہیں
اپنے ماں باپ سے بھی چھپ چھپ کر
راز دل آپ ہی سے کہتی ہیں

رات سجدوں میں اپنے رب کے حضور
ان کے غم میں بھی آپ روتے ہیں
جن کے ماں باپ اور کوئی نہ ہوں
ان کے ماں باپ آپ ہوتے ہیں

آپ نے زندگی گزارنی ہے
ساری دنیا کے بوجھ اٹھائے ہوئے
آپ سے مانگتے ہیں مرہم دل
سب کے ہاتھوں سے زخم کھائے ہوئے

ان کو سمجھائیں ان سے بھی زیادہ
ہیں ستم دیدہ لوگ دنیا میں
اپنوں کے ہاتھ مرنے والوں پر
روز ہوتے ہیں سوگ دنیا میں

(کلام طاہر ایڈیشن 2004 صفحہ 134-135)

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

خاندانی منصوبہ بندی

(قسط اول)

ذیل میں اس مضمون کے متعلق چند متفرق اور غیر مرتّب نوٹ درج کئے جاتے ہیں جنہیں بعد میں مرتب کر کے اور پھیلا کر اور مدلّل صورت دے کر مضمون کی شکل میں لکھا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مضمون لکھتے وقت مجھے اپنے بعض استدلالات کو بدلنا پڑے یا بعض تشریحات کو نئی صورت دینی پڑے۔ اس لئے اگر کسی دوست کو ان نوٹوں کے متعلق کوئی مشورہ دینا ہو تو خاکسار کو مطلع فرمائیں۔ مگر ضروری ہے کہ سارے نوٹوں کے پڑھنے کے بعد کوئی رائے قائم کی جائے اور درمیان میں رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔

(1) خاندانی منصوبہ بندی یا بالفاظِ دیگر ضبطِ تولید اور عزل کا سوال نہ صرف بہت پُرانا ہے بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں وقتاً فوقتاً اُٹھتا رہا ہے۔ اس وقت یہ سوال پاکستان میں بھی اٹھا ہوا ہے اور بعض اصحاب اس کی تائید میں اور بعض اس کے خلاف اظہار رائے فرما رہے ہیں۔ اور گو ابھی تک حکومت کی طرف سے اس معاملہ میں کسی تفصیلی سکیم کا اعلان نہیں کیا گیا لیکن امید کی جاتی ہے کہ اگر حکومت نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کُن قدم اٹھایا بھی تو ایک اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے وہ اس معاملے میں قرآن و حدیث کے ارشادات کو بھی ضرور ملحوظ رکھے گی۔ اور بہر حال اس کا فیصلہ کسی جبری سکیم کی صورت میں نہیں ہوگا (اور غالباً ایسا ہونا ممکن بھی نہیں) بلکہ صرف ضروری اطلاعات مہیا کرنے اور تربیتی مراکز قائم کرنے اور بعض مخصوص ہسپتال جاری کرنے تک محدود رہے گا۔

(2) اس سوال کی تہہ میں جو مختلف وقتوں میں اور مختلف ملکوں میں اٹھتا رہا ہے عموماً کئی قسم کے خیالات کارفرما رہے ہیں۔ مثلاً:

(الف) ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے جگہ کی کمی۔

(ب) ملک میں خوراک کی قلّت

(ج) ملک میں بسنے والوں کی عمومی غربت اور ان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کا احساس۔

(د) اولاد کی بہتر پرورش کرنے اور انہیں اچھی تعلیم دلانے کی ضرورت۔

(ھ) عورتوں کی صحت کو برقرار رکھنے کا احساس۔

(و) عورتوں کے حسن و جمال کو بصورتِ احسن قائم رکھنے کا خیال۔

(ز) عورتوں میں ملازمت اختیار کرنے اور آزادانہ زندگی بسر کرنے کا رجحان۔

(3) ان حالات کا علاج مختلف حالات میں عموماً بصورت ذیل کیا جاتا رہا ہے:

(ا) خاندانی منصوبہ بندی یعنی برتھ کنٹرول جس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(ب) بڑی عمر میں نکاح کرنا۔

(ج) ملکی دولت اور خصوصاً خوراک کی پیداوار بڑھا کر عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا۔

(د) قومی صحت میں ترقی کے حالات پیدا کرنا۔

(ھ) بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے مستعمرات کی تلاش یعنی دوسرے ملکوں میں اپنی آبادی کے لئے جگہ بنانا۔

(و) ملک کی اکانومی (Economy) کو صنعت و حرفت کی طرف منتقل کرنا۔

(4) برتھ کنٹرول کے لئے عموماً یہ طریقے استعمال کئے جاتے ہیں:

(الف) عَزل یعنی انزال سے قبل بیوی سے علیحدہ ہو جانا جو پرانا طریق تھا اور عارضی برتھ کنٹرول کا رنگ رکھتا ہے۔

(ب) بیوی کے ساتھ مجامعت کرنے میں کنٹرول اور اس کی تحدید اور روک تھام۔

(ج) بعض آلات کا استعمال جن سے وقتی طور پر حمل قرار پانے میں روک ہو جاتی ہے۔

(د) بعض مانع حمل ادویہ کا استعمال۔

(ھ) بعض عمل جراحی کے طریقے۔

(و) حمل قرار پانے کے بعد حمل گرانے کی تدابیر۔

(5) ان طریقوں میں سے:

(الف) بعض غیر یقینی ہیں۔ یعنی باوجود احتیاط کے بعض اوقات حمل قرار پا جاتا ہے۔ جیسے کہ عزل کا معروف اور دیرینہ طریق ہے۔

(ب) بعض جنسی تسکین میں روک بن جاتے ہیں۔

(ج) بعض صحت کے لئے مضر ہو سکتے ہیں۔

(د) بعض مستقل طور پر مانع حمل ہیں۔ اس لئے اگر بعد میں خاوند بیوی کو مزید اولاد کی خواہش پیدا ہو یا خدانخواستہ پہلی اولاد فوت ہو جائے تو ایک بھاری مصیبت اور بڑی حسرت کا موجب بن جاتے ہیں۔

(ھ) اور بعض ناجائز اور خلافِ قانون ہیں (جیسا کہ حمل کا گرانا) سوائے اس کے کہ باقاعدہ ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت اختیار کئے جائیں۔

(6) اس لئے مستقل طور پر اولاد کا رستہ بند کرنا تو کسی طرح درست اور مناسب نہیں۔ سوائے اس کے کہ عورت کی زندگی یا صحت کو بچانے کے لئے بصورت مجبوری ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت یہ رستہ اختیار کیا جائے۔

قرآن مجید فرماتا ہے: لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ (البقرہ:196)

یعنی اے مسلمانو! اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان نہ پیدا کرو۔

(7) اصولی طور پر مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اولاد کی کثرت کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(الف) تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ

(ابو داؤد و نسائی۔ کتاب النکاح)

یعنی اے مسلمانو! تم ایسی بیویوں کے ساتھ شادی کیا کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور خاوندوں کے ساتھ محبت کرنے والی ہوں (تا کہ خاوندوں کو ان کی طرف رغبت اور کشش پیدا ہو) کیونکہ میں دوسرے نبیوں کی امتوں کے مقابل پر قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔

(ب) اور قرآن مجید فرماتا ہے: نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ ۪ فَاۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ

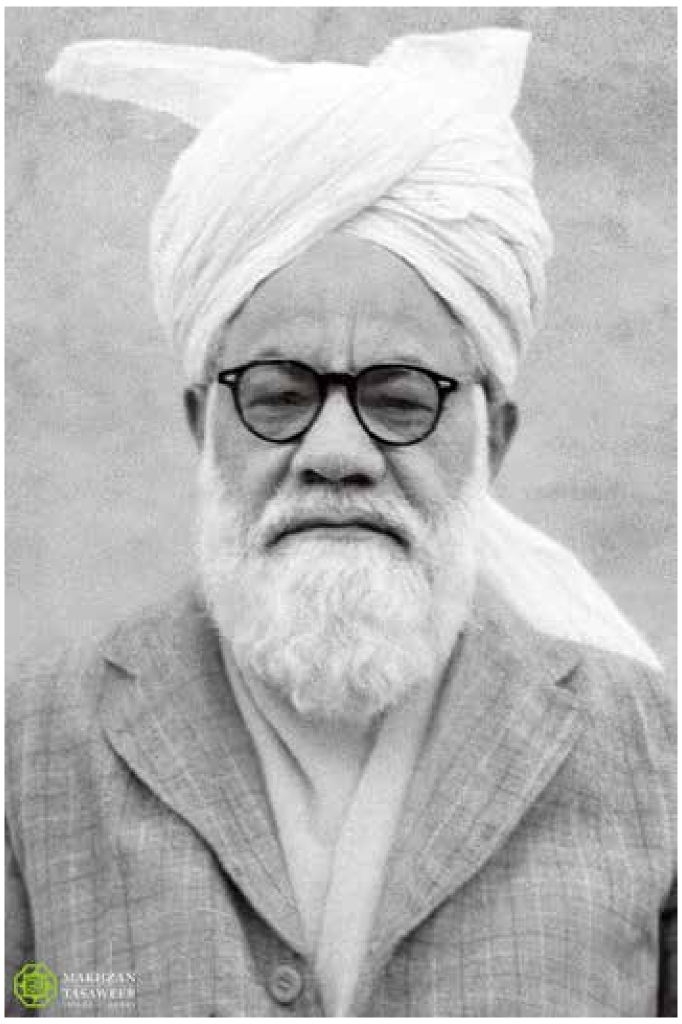

اَنّٰی شِئۡتُمۡ ۫ وَ قَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِکُمۡ ؕ (البقرۃ:224)

یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں جن سے تمہاری نسل کی فصل پیدا ہوتی ہے۔ پس اپنی کھیتیوں کے پاس جب اور جس طرح پسند کرو آؤ اور اپنے مستقبل کے لئے اچھے حالات پیدا کرو۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے میں اس پہلو کو کبھی نظر انداز نہ کرو کہ انہی کے ذریعہ سے تمہاری نسل کا سلسلہ چلتا اور تمہارے مستقبل کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

(8) مگر صحت کی غرض سے یا سفر کی حالت میں جبکہ بعض اوقات مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے عزل یعنی عارضی برتھ کنٹرول کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(الف) سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ کُلِّ الْمَاءِ یَکُوْنُ الْوَلَدُ (صحیح مسلم)

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل یعنی وقتی برتھ کنٹرول کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا ہر نطفہ سے تو بچہ پیدا نہیں ہوا کرتا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی خاص ضرورت کے وقت عزل کرلو تو اس پر حرج نہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ عزل کا لفظ جو حدیث میں آتا ہے اس کے معنی وقتی اور عارضی برتھ کنٹرول کے ہیں۔ مستقل طور پر سلسلہ ءولادت کو روکنے کے نہیں ہیں۔

(ب) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں:

مَا عَلَیْکُمْ اَوَ لَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَۃٍ کَائِنَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّاھِیَ کَائِنَۃٌ۔

(صحیح بخاری کتاب العتق)

یعنی کیا حرج ہو گا اگر تم عزل یعنی برتھ کنٹرول نہ کرو۔ یا یہ کہ میں تمہیں عزل سے رکنے کا حکم نہیں دیتا (کیونکہ یہ اولاد کو روکنے کا کوئی قطعی اور یقینی ذریعہ نہیں ہے) خدا جس وجود کو پیدا کرنا چاہے اسے عزل کے باوجود پیدا کرسکتا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابنِ سیرینؒ اور علامہ قرطبی اور بہت سے دوسرے ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی پر دلالت کرتے ہیں۔ گو جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے غالباً یہ

ناپسندیدگی زیادہ سخت قسم کی نہیں ہے۔

(ج) پھر ایک اور حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں:

قَالَتِ الْیَھُوْدُ الْعَزْلِ الْمُوْءُودَۃُ الصُّغْرٰی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَذَبَتِ الْیَھُوْدُ اِنَّ اللّٰہَ لَو اَرَادَ اَنْ یَخْلُقُ شَیْئًا لَمْ یَسْتَطِیْعُ اَحَدٌ اَنْ یَّصْرِفَہ،

(سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح باب ما جاء فی العزل)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہودی لوگ کہتے ہیں کہ عزل یعنی برتھ کنٹرول تو گویا مخفی رنگ میں ایسا ہے کہ ایک زندہ رہنے والے بچہ کو خود اپنے ہاتھ سے دفن کر دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا یہود غلط کہتے ہیں (کیونکہ عزل ایک وقتی اور غیر یقینی سا طریقہ ہے اور) اگر خدا عزل کے باوجود کوئی بچہ پیدا کرنا چاہے تو کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔

(د) مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ خطرہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر عزل کے طریق کو کامیاب صورت حاصل ہو جائے تو وہ قتلِ اولاد کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

سَأَلُوْہُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَالِکَ الْوَأْدُ الْخَفِیُّ وَھِیَ (وَاِذَا الْمَوْءُ وْدَۃُ سُئِلَتْ)

(صحیح مسلم کتاب النکاح باب جواز الغیلۃ وھی وطء المرضع وکراھۃ)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل یعنی برتھ کنٹرول کے متعلق پوچھا گیا جس پر آپ نے فرمایا یہ تو ایک مخفی قسم کا قتلِ اولاد ہے۔ اور قرآن مجید فرماتا ہے کہ قیامت کے دن قتلِ اولاد کے متعلق پرسش ہو گی۔

(9) (الف) اوپر کی دونوں حدیثیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں مگر حقیقتاً وہ متضاد نہیں۔ کیونکہ جہاں آپ نے یہود کے خیال کی تکذیب فرمائی ہے وہاں جیسا کہ حدیث کی عبارت سے ظاہر ہے یہ مراد ہے کہ بعض اوقات عزل کے باوجود بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جہاں خود عزل کو قتلِ اولاد کے مترادف قرار دیا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اگر کوئی حمل قرار پانے والا ہو اور عزل کے نتیجہ میں وہ حمل رک جائے تو یہ بھی ایک رنگ ''قتلِ اولاد'' کا ہو گا۔

(ب) دوسری تشریح ان حدیثوں کے ظاہری تضاد کو دور کرنے کی یہ ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ یہودی لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ عزل ایک مخفی قسم کا قتلِ اولاد ہے۔ وہاں یہ مراد ہے کہ جو خاص ہستیاں دنیا کی اصلاح اور ترقی کے لئے خدا تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے خواہ وہ دین کے میدان میں ہوں یعنی انبیاء کرام اور دوسرے روحانی مصلحین جن کا وجود روحانیت کی بقا کے لئے ضروری ہے یا وہ دنیا کے میدان میں ہوں یعنی بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنسدان اور مصلح قسم کے سیاستدان وغیرہ۔ جن کا وجود نسلِ انسانی کے لئے خاص طور پر مفید ہے تو خواہ عزل کا طریق ہو یا کچھ اور ہو خدا تعالیٰ ان کے پیدا کرنے کا کوئی نہ کوئی رستہ کھول دیتا ہے تا کہ دنیا کی ترقی میں روک نہ پیدا ہو۔ اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عزل کو مخفی قسم کا ''قتلِ اولاد'' قرار دیا ہے وہاں عام لوگوں کی ولادت مراد ہے جس میں عزل کے ذریعہ روک پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ایک حدیث میں تقدیرِ عام کا ذکر ہے اور دوسری میں تقدیرِ خاص کا ذکر ہے۔

(ج) یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ امام ابن حزم (جو ایک بہت بلند پایہ امام ہیں) اور بعض دوسرے ائمہ نے ان دونوں حدیثوں میں سے اس حدیث کو ترجیح دی ہے اور اسے زیادہ صحیح قرار دیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرمایا ہے کہ عزل کا طریق ایک مخفی قسم کے ''قتلِ اولاد'' کا رنگ رکھتا ہے۔ (دیکھو نیل الاوطار ابواب العزل)

(10) اسی لئے یہ روایت آتی ہے کہ:

قَدْ کَرِہَ الْعَزْلَ قَوْمٌ مِّنْ اَھْلَ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِھِمْ (ترمذی کتاب النکاح)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت اور اسی طرح کئی دوسرے علماء اسلام نے عزل کو ناپسند کیا ہے۔

(11) مگر جائز اور حقیقی ضرورت کے وقت اس سے روکا بھی نہیں گیا چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

کُنَّا نَعْزِلُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ یَنْزِلُ۔ (بخاری و مسلم کتاب النکاح)

یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض اوقات عزل یعنی برتھ کنٹرول کا طریق اختیار کرتے تھے اور اس زمانہ میں قرآنی شریعت نازل ہو رہی تھی۔ (مگر ہمیں اس سے قرآن میں روکا نہیں گیا)

(12) لیکن بہرحال قرآن مجید غربت اور رزق کی تنگی کی بناء پر برتھ کنٹرول کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

(الف) وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ ط اِنَّ قَتْلَھُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ (بنی اسرائیل:32)

یعنی اے مسلمانو! اپنی اولاد کو غربت اور تنگی کے ڈر سے قتل نہ کیا کرو۔ تمہیں اور تمہاری اولاد کو رزق دینے والے ہم ہیں۔ اور یاد رکھو کہ اولاد کو قتل کرنا خدا کی نظر میں ایک بہت بڑی خطا کاری ہے۔

(ب) پھر فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ ۚ (الانعام:152)

یعنی اپنی اولاد کو غربت اور رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ تمہیں اور تمہاری اولاد کو رزق دینے والے ہم ہیں۔ اور دیکھو اس ذریعہ سے بے حیائی پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے اور تمہیں بے حیائی کے قریب تک نہیں جانا چاہئے۔ خواہ کوئی بے حیائی ظاہر میں نظر آنے والی ہو یا یہ کہ پوشیدہ ہو۔ اس لطیف آیت میں رزق کی تنگی والی دلیل کو ردّ کرنے کے علاوہ اس گہری حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ برتھ کنٹرول کا طریق بعض صورتوں میں عیاشی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے اور مسلمانوں کو اس معاملہ میں بہت محتاط اور چوکس رہنا چاہئے۔

(ج) نیز فرماتا ہے:

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًام بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَارَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ ط (الانعام:141)

یعنی وہ لوگ یقیناً گھاٹے اور نقصان میں ہیں جو اپنی اولاد کو صحیح علم رکھنے کے بغیر جہالت سے قتل کرتے ہیں اور اس نعمت (یعنی اولاد) کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں جو خدا نے ان کے لئے مقدر کی ہے۔ یہ خدا کے نزدیک ایک جھوٹا طریق ہے اور خدائی منشاء کے خلاف ہے۔

(د) اسی طرح فرماتا ہے:

وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِھِمْ شُرَکَآؤُھُمْ (الانعام: 138)

یعنی جو لوگ مشرک ہیں اور خدا کی طاقتوں پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور اس کے مقابل پر خیالی بُت کھڑے کرتے رہتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے فرضی خدا ان کی اولادوں کا قتل کیا جانا اچھے رنگ میں ظاہر کر کے دکھاتے ہیں اور وہ اس کے حق میں دلیلیں گھڑ گھڑ کے خوش ہوتے ہیں۔

(13) اوپر کی درج شدہ احادیث اور قرآنی آیات سے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے جو اس موقع پر بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ کسی پیدا شدہ بچے کو مارنے اور پیدا ہونے سے پہلے برتھ کنٹرول کے ذریعہ کسی بچہ کی پیدائش کو روکنے میں فرق ہے۔ کیونکہ پیدائش کو روکنا قتل نہیں کہلا سکتا۔ مگر یہ شبہ درست نہیں کیونکہ قرآنی آیات اور احادیثِ رسولؐ نے ان دونوں کو عملاً ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔ بے شک درجہ میں فرق ہے مگر عملاً اور نتائج کے لحاظ سے وہ دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو اَلْوَأْدُ الْخَفِیّ (یعنی خفیہ رنگ میں زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے۔ اور قرآن مجید نے اسے بعض حالات میں بے حیائی کا موجب گردانا ہے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ بے حیائی کا امکانی تعلق صرف برتھ کنٹرول کے ساتھ ہے ظاہری قتل کے ساتھ ہرگز نہیں جو کہ ظلم ہے نہ کہ موجبِ بے حیائی۔ مگر باوجود اس کے قرآن نے اس کے متعلق قتل کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نطفہ میں بھی جان ہوتی ہے اور اسے دیدہ و دانستہ ڈاکٹری ہدایت کے بغیر ضائع کرنا بھی ایک رنگ کا قتل ہے۔ مفصل مضمون لکھتے ہوئے اس کے متعلق انشاء اللہ حسبِ ضرورت مزید تشریح کر دی جائے گی۔

نوٹ: اس جگہ ضمناً یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں رومن کیتھولک فرقہ جو عیسائیوں کے دوسرے فرقوں کے مقابل پر اکثریت میں ہے برتھ کنٹرول کے خلاف ہے اور اسے مذہبی رنگ میں گناہ خیال کرتا ہے۔

(14) پھر اللہ تعالیٰ اپنے رازق ہونے کی صفت کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم چونکہ خالق ہیں اس لئے مخلوق کا رزق بھی ہمارے ذمہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

(الف) وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّھَا وَمُسْتَوْدَعَھَا ؕ کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (ھود:7)

یعنی انسان تو انسان زمین پر کوئی رینگنے والا جانور بھی ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو۔ وہی اس کی زندگی کی قرارگاہ اور آخری انجام کو جانتا ہے اور ہر چیز اس کی ازلی ابدی قانون میں محفوظ ہے۔

(ب) نیز فرماتا ہے:

وَکَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّۃٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَھَا ۖ اَللّٰہُ یَرْزُقُھَا وَاِیَّاکُمْ ۖ (العنکبوت: 61)

یعنی دنیا میں کتنے جانور ہیں جو اپنے رزق کو ذخیرہ کر کے نہیں رکھ سکتے۔ مگر اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور اے انسانو! وہی آسمانی آقا تمہارے رزق کا سامان مہیا کرتا ہے۔

(15) ان آیات سے یہ مراد نہیں کہ خدا انسانوں کے لئے آسمان سے روٹی گراتا ہے کہ بیٹھے رہو اور کھاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ خدا نے نیچر میں ایسے وسیع سامان اور ایسے کثیر التعداد ذرائع ودیعت کر رکھے ہیں کہ اگر لوگ غور اور دانشمندی اور محنت سے کام لیں تو وہ یقیناً رزق کی تنگی سے بچ سکتے ہیں۔

(16) چنانچہ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ؕ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ (البقرۃ:262)

یعنی جو لوگ خدا کے رستہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسے بیج کی سی ہے جو بوئے جانے پر سات بالیاں نکالتا ہے اور ہر بالی میں ایک سو دانے ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ چاہے تو ایک دانے کی پیداوار کو اس سے بھی بڑھا سکتا ہے۔

اس لطیف آیت میں خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کرنے کے علاوہ یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اگر انسان کوشش اور سمجھ سے کام لے اور خدا کے پیدا کردہ سامانوں سے پوری طرح فائدہ اٹھائے تو ایک دانے سے سات سو دانے تک پیدا ہو سکتے ہیں۔ بلکہ خدا فرماتا ہے کہ اللہ قادر ہے کہ غلّہ کی پیداوار کو اس سے بھی بڑھادے۔ پس اگر مثلاً گندم کا بیج کسی جگہ فی ایکڑ بیس سیر ڈالا جاتا ہے تو خدائی قانون کے ماتحت اس سے امکانی حد تک ساڑھے تین سو من فی ایکڑ غلّہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں کم از کم خوراک کی کمی کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک اس وقت یہ ایک خیالی آئیڈیل سمجھا جائے گا مگر آئیڈیلوں یعنی منتہائے نظریات کے ذریعہ ہی انسان ترقی کیا کرتا ہے۔ کاش دنیا اس مخفی قسم کے 'قتلِ اولاد' کی طرف مائل ہونے کی بجائے اس آئیڈیل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے جس کے لئے خدائی ارشاد کے مطابق نیچر کے غیر محدود خزانوں میں وسیع سامان موجود ہے۔ صرف مزید کوشش اور مزید ریسرچ اور مزید تگ و دو کی ضرورت ہے ورنہ قرآن نے تو رستہ دکھانے میں کمی نہیں کی۔

(17) اوپر والا قرآنی آئیڈیل تو شائد ابھی بہت دور کی بات ہے (گو مسلمانوں کے لئے بہرحال یہی آئیڈیل ہے) پاکستان تو فی الحال اپنی زرعی پیداوار میں اکثر دوسرے ملکوں سے بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ کوئی وجہ نہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے نمونہ موجود ہونے کے باوجود اور پھر اپنی زمین کی بنیادی زرخیزی کے باوجود پاکستان دوسرے ملکوں سے پیچھے رہے۔ موجودہ اعداد و شمار کے مطابق پاکستان اور بعض دوسرے ملکوں کی فی ایکڑ اوسط پیداوار کا موازنہ ذیل کے مختصر نقشہ سے ہوسکتا ہے:

نام فصل	مغربی پاکستان	جرمنی	انگلستان	ڈنمارک	امریکہ	جاپان	حوالہ کتاب
گندم	9 من سے 10 من	22-1/2 من	24 من	31 من			پنجاب ایگریکلچر مصنفہ سر ولیم رابرٹس
چاول	10 من				27 من	40من	ایکونامک پرابلمز مصنفہ ایس عنایت حسین
مکئی	10 من				21من		پنجاب ایگریکلچر
گنّا	325 سوا تین سومن				540من	جاوا 1500من	ایکونامک پرابلمز

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ قرآنی آئیڈیل تو بہت دور کی بات ہے ابھی پاکستان کے لئے بعض دوسرے ممالک کے مقابل پر بھی بڑی ترقی کی گنجائش ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اعلیٰ قلبہ رانی اور بہتر بیج اور پانی کی بہتر سپلائی اور کھاد کے بہتر انتظام سے وہ دوسرے ملکوں سے پیچھے رہے جبکہ اس کی زمین مسلّمہ طور پر زرخیز مانی گئی ہے۔ اور خصوصاً جبکہ پنجاب کے زراعتی فارم کے بعض تجربات میں جو چھوٹے رقبوں میں کئے گئے ہیں گندم کی پیداوار 56-1/2 من فی ایکڑ تک پہنچی ہے۔ (پنجاب ایگریکلچر)

(18) خوراک کے معاملہ میں یہ بات بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتی کہ پاکستان تو خدا کے فضل سے بنیادی طور پر خوراک کے معاملہ میں خودمکتفی ہے صرف ایک وقتی اور عارضی کمی آ گئی ہے جو بنجر زمینوں کو آباد کرنے اور سیم اور تھور کا ازالہ کرنے اور نہروں کو درست کرنے اور ٹیوب ویل وغیرہ لگانے سے بآسانی دور ہوسکتی ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے کئی ممالک بنیادی طور پر کمی خوراک کے علاقے ہیں جن کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دوسرے ملکوں سے اپنی خوراک خریدیں اور اپنی خام اور پختہ پیداوار ان کو دیں۔ تو جب تبادلۂ اجناس کا یہ نظام دنیا میں وسیع طور پر قائم ہے اور کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے تو پاکستان کو کیا فکر ہو سکتا ہے؟ البتہ غالباً اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی اکانومی میں صنعت کے عنصر کو کسی قدر مزید بلند کیا جائے۔

(19) دنیا کے وسیع منظر پر بھی غذا کا مسئلہ ماہرین کے نزدیک کم از کم فی الحال چنداں قابلِ فکر نہیں۔ چنانچہ نیشنل برتھ ریٹ کمیشن جو آبادی کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کی رپورٹ میں صراحتاً مذکور تھا کہ

اس بات کی کوئی شہادت نہیں کہ دنیا کی موجودہ آبادی کی ضروریات کے لئے اس کے قدرتی خزائن مکتفی نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے الٹ ان قدرتی ذرائع اور وسائل سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے دنیا کی موجودہ آبادی سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہے جس کا معیارِ زندگی بھی اونچا رکھا جاسکتا ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن 14 جلد 3 صفحہ 647 کالم 2)

درحقیقت اب وسائل رسل و رسائل کی وسعت اور ملکوں کے باہمی روابط کے نتیجہ میں دنیا دراصل ایک ملک کے حکم میں آ چکی ہے۔ اس لئے اس کے مسائل کو بھی اسی وسیع نقطۂ نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ اگر ایک ملک ایک چیز زیادہ پیدا کرتا ہے تو دوسرا ملک کوئی دوسری چیز زیادہ پیدا کرتا ہے اور اسی طرح باہم تبادلہ سے سب کا کام چلتا چلا جاتا ہے ورنہ حقیقتاً دنیا کا کوئی ملک بھی ایسا نہیں جو اپنی ضرورت کی ہر چیز خود پوری مقدار میں پیدا کر رہا ہو۔

(20) مگر باوجود اس کے قرآن مجید نے سارے حالات کو دیکھتے ہوئے پیدائش نسل کے متعلق بعض قدرتی کنٹرول خود بھی قائم کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:

وَحَمۡلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوۡنَ شَہۡرًا (الاحقاف:16)

یعنی بچہ کے حمل میں رہنے اور دودھ پینے کا زمانہ تیس (30) مہینے یعنی اڑھائی سال ہونا چاہئے۔

اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کی سُو (یعنی اس کے دو بچوں کے درمیان کا وقفہ) کم ہو اور وہ جلد جلد بچہ جنتی ہو جیسا کہ بعض عورتیں ہر سال بچہ جنتی ہیں جس کے نتیجہ میں عورت کی صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور بچے بھی لازماً کمزور رہتے ہیں تو اس صورت میں وقتی برتھ کنٹرول کے ذریعہ دو بچوں کی ولادت کے درمیانی عرصہ کو مناسب طور پر لمبا کیا جاسکتا ہے۔

(21) ایک اور جہت سے بھی اسلام نے اس معاملہ میں ایک حکیمانہ کنٹرول قائم کیا ہے جو میاں بیوی کی صحتوں پر خراب اثر پڑنے سے روکتا ہے۔ وہ یہ کہ گو خاص حالات میں اسلام نے چھوٹی عمر کی شادی کی اجازت دی ہے مگر عام حالات میں اسے پسند نہیں کیا۔ تاکہ نہ تو نسل کی صحت پر کوئی خراب اثر پڑے اور نہ بعد میں امکانی جھگڑے اٹھ کر باہمی تعلقات میں تلخی پیدا کرنے کا موجب بنیں۔ چنانچہ اگر استثنائی حالات میں کسی جوڑے کی چھوٹی عمر میں شادی ہو جائے تو اسلام نے لڑکی کو اس کے بڑا ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق دیا ہے۔ خود ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی بھی پچیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ البتہ اگر کوئی خاص خاندانی یا قومی فوائد متوقع ہوں تو استثنائی صورت میں چھوٹی عمر میں بھی شادی ہوسکتی ہے۔

(22) یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے طبی ضرورت کے علاوہ جس میں مرد و عورت کی زندگی اور صحت کا سوال ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل یعنی عارضی برتھ کنٹرول کی استثنائی اجازت دراصل زیادہ سفر کی حالت میں یا لونڈیوں کے متعلق دی ہے جو اس زمانہ کے حالات کا ایک وقتی اور ناگزیر نتیجہ تھیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدٍؓ قَالَ خَرَجۡنَا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِیۡ غَزۡوَۃِ بَنِیۡ الۡمُصۡطَلَقِ فَاَصَبۡنَا سَبۡیاً مِّنَ الۡعَرَبِ فَاشۡتَہَیۡنَا النِّسَاءَ وَاشۡتَدَّتۡ عَلَیۡنَا الۡعَزۡبَۃُ وَاَحۡبَبۡنَا الۡعَزۡلَ فَسَاَلۡنَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَلَیۡکُمۡ اَنۡ لَّا تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدۡ کَتَبَ مَا ھُوَ خَالِقٌ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ۔

(بخاری و مسلم)

یعنی حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں نکلے اور بعض غلام عورتیں ہمارے ہاتھ آئیں اور ہمیں اپنے گھروں سے دوری کی وجہ سے عورتوں کی طرف طبعاً رغبت پیدا ہوئی مگر ہم یہ بھی نہیں چاہتے تھے

بقیہ صفحہ 8 پر

مرسلہ: فراز یاسین ربانی ۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

عفو و درگزر کی حسین راہیں

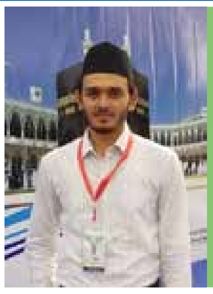

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (آل عمران 135)

وہ لوگ جو آسائش میں بھی خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی اور غصہ کو دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عفو و درگزر صفات حسنہ میں سے ایک عظیم صفت ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ اور تصانیف سیدنا احمدؑ میں اس صفت حسنہ کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصَتۡ صَدَقَۃٌ مِنۡ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبۡدًا بِعَفۡوٍ اِلَّا عِزًّا (مسلم باب استحباب العفو)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور جو شخص دوسرے کے قصور معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور عزت دیتا ہے اور کسی کے قصور معاف کر دینے سے کوئی بے عزتی نہیں ہوتی۔

عَنۡ مُعَاذِ بۡنِ اَنَسٍ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَفۡضَلُ الۡفَضَائِلِ اَنۡ تَصِلَ مَنۡ قَطَعَکَ وَتُعۡطِیَ مَنۡ مَنَعَکَ وَتَصۡفَحَ عَمَّنۡ شَتَمَکَ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اُسے بھی دے اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے تو درگزر کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں انسانی اخلاق پر روشنی ڈالتے ہوئے صفتِ عفو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’دوسری قسم اُن اَخلاق کی جو ایصالِ خیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلا خُلق ان میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصالِ خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے، سزا دی جائے، قید کرایا جائے، جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے اس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (آل عمران:135) وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ إِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ (الشوری 41) نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخش دے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہو۔ نہ غیر محل پر تو اس کا بدلہ پائے گا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351)

عفو و درگزر آنحضرت ﷺ کے اُسوہ کا ایک حسین پہلو تھا۔ حضرت ہند ابی ہالہؓ آپؐ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ لَا تُغۡضِبُہُ الدُّنۡیَا وَلَا مَا کَانَ لَھَا فَاِذَا تَعَدَّی الۡحَقَّ لَمۡ یَقُمۡ لِغَضَبِہٖ شَیۡءٌ حَتّٰی یَنۡتَصِرَ لَہٗ لَا یَغۡضَبُ لِنَفۡسِہٖ وَلَا یَنۡتَصِرُ لَھَا۔

یعنی حضور اکرم ﷺ کسی دنیوی معاملہ کی وجہ سے نہ غصہ ہوتے نہ برا مناتے۔ لیکن اگر کسی حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کر لیا جاتا تو آپ کے غصہ کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی آپ کو چین نہیں آتا تھا۔ اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ ہوتے اور اس کے لئے بدلہ لیتے۔ (شرح السنۃ للبغوی باب جامع صفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ ایک عرب نے ان سے ذکر کیا کہ جنگ حنین میں بھیڑ کی وجہ سے اس کا پاؤں آنحضرت کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپل جو میں نے پہن رکھی تھی اس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کا پاؤں بری طرح زخمی ہوگیا حضور ﷺ نے تکلیف کی وجہ سے ہلکا سا کوڑا مارتے ہوئے فرمایا: عبداللہ! تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے اس سے مجھے بڑی ندامت ہوئی ہے ساری رات میں سخت بے چین رہا کہ ہائے مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضور ﷺ تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی کی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے۔ بہرحال میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے بڑی شفقت سے فرمایا: کل تم نے میرا پاؤں کچل دیا تھا اور اس پر میں نے تم کو ایک کوڑا ہلکا سا مارا تھا اس کا مجھے افسوس ہے۔ یہ 80 بکریاں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو اور جو تکلیف تمہیں مجھ سے پہنچی ہے اس کو دل سے نکال دو۔ (مسند دارمی باب فی سخاء النبی ﷺ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احبابِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازہ سے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہوسکتا۔ کیا ہی بدقسمت ہے وہ شخص جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

نیز فرمایا: ’’میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو، دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔‘‘ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 70)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں بھی عفو و درگزر کی روشن مثالیں نظر آتی ہیں جو کہ حقیقت میں ان کے آقا و مولیٰ ﷺ کی حسین راہوں میں سے ایک راہ تھی۔

حضرت مولوی عبدالکریمؓ اخبار الحکم میں تحریر فرماتے ہیں۔ ’’محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دِیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی اُن مسوّدات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مشغول ہیں۔ سر اُٹھا کر دیکھتے ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق و سباق عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اِس سے پوچھتے ہیں خاموش! اُس سے پوچھتے ہیں دَبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور اُنگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا اور دَرحقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں ’’خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اِس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھا دے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحبؓ حصہ اول صفحہ 104)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔ ’’حافظ حامد علیؓ کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ اور معاملہ کرتے تھے جیسا کسی عزیز سے کیا جاتا ہے اور یہ بات حافظ حامد علیؓ ہی پر موقوف نہ تھی۔ حضرت کا ہر ایک خادم اپنی نسبت یہی سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی عزیز آپ کو نہیں۔ بہرحال حافظ حامد علیؓ کو ایک دفعہ کچھ لفافے اور کارڈ آپ نے دیئے کہ ڈاک خانہ میں ڈال آؤ۔ حافظ حامد علیؓ کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا۔ پس وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے اور اپنے مفوّض کو بھول گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ (جو اُن دنوں میں میاں محمود اور ہنوز بچہ ہی تھے) کچھ لفافے اور کارڈ لئے دوڑتے ہوئے آئے کہ ابّا ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ آپؑ نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹرڈ خط بھی تھے اور آپؑ اُن کے جواب کے منتظر تھے۔ حامد علیؓ کو بلوایا اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا۔ ’’حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے ذرا فکر سے کام کیا کرو۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحبؓ حصہ اول صفحہ 104)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے خُذِ الۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ الۡجَاھِلِیۡنَ (الاعراف: 200) یعنی عفو اختیار کر، معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر۔ یہاں فرمایا معاف کرنے کا خُلق اختیار کرو اور اچھی باتوں کا حکم دو، اگر کسی سے زیادتی کی بات دیکھو تو درگزر کرو۔ فوراً غُصّہ چڑھا کر لڑنے بھڑنے پر تیار نہ ہو جایا کرو۔ اور ساتھ یہ بھی کہ جو زیادتی کرنے والا ہے اُس کو بھی آرام سے سمجھاؤ کہ دیکھو تم نے ابھی جو باتیں کی ہیں مناسب نہیں ہیں اور اگر وہ باز نہ آئے تو وہ جاہل شخص ہے، تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ پھر ایک طرف ہو جاؤ، چھوڑ دو اُس جگہ کو اور اس کو بھی اس کے حال پر چھوڑ دو۔ دیکھیں یہ کتنا پیارا حکم ہے اگر اس طرح عفو اختیار کیا جائے تو سوال ہی نہیں ہے کہ معاشرے میں کوئی فتنہ وفساد کی صورت پیدا ہو...... چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے تا کہ معاشرے میں صلح جوئی کی بنیاد پڑے، صلح کی فضا پیدا ہو۔ عموماً جو عادی مُجرم نہیں ہوتے وہ درگزر کے سلوک سے عام طور پر شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح بھی کرتے ہیں اور معافی بھی مانگ لیتے ہیں...... یاد رکھو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی کو معاف کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی تمہاری عزت پہلے سے زیادہ قائم کرے گا کیونکہ عزت اور ذلت سب خُدا کے ہاتھ میں ہے۔‘‘

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 140 تا 143)

مرسلہ: لطف المنان خان، درثمین خان

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ (التکویر: 11)

اور جب کتابیں پھیلا دیں جائیں گی

جس طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں جو دیگر انسانوں، خاندانوں کا اقوام، ممالک اور مذاہب کے ماننے والوں میں نہیں ہوتیں اسی طرح زمانے بھی ایک دوسرے سے مختلف طور پر چلتے ہیں۔ ہر زمانہ جو متغیر ہوتا ہے اس کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسرے زمانہ کے لوگوں میں نہیں ہوتیں۔ ان امتیازات کی وجہ سے اور بھی کئی ایک اختلاف پائے جاتے ہیں مثلاً صرف جسمانی طور پر ہی دیکھا جائے تو مختلف انسانوں کے علاجوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ایک ہی مرض کے کئی مریضوں کو ان کے حالات کے لحاظ سے مختلف دوائی دیتا ہے۔

یہی حال قوموں کا ہے بعض اقوام میں بعض امراض ہوتی ہیں جو دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتیں یا کم ہوتی ہیں۔بعض بیماریاں آب و ہوا سے تعلق رکھتی ہیں۔غرض جس طرح انسانوں میں اختلاف، خاندانوں میں اختلاف، قوموں میں اختلاف اور ملکوں میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح زمانوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔بعض خاص امراض ایک وقت میں بہت پھیلتے ہیں مگر دوسرے زمانہ میں نہیں ہوتے۔

تمام انبیاء کی غرض تو ایک ہی ہے لیکن خدا کا پیغام پہنچانے کے ذرائع میں فرق ہے

جس طرح یہ سلسلہ ظاہر میں نظر آتا ہے اسی طرح باطن میں بھی ہے۔جس طرح ظاہری امراض کے علاج میں تغیر ہوتا رہتا ہے اسی طرح باطنی امراض کے لئے بھی ہر زمانہ کے لئے علیحدہ علاج ہیں۔ تمام انبیاء کی غرض تو ایک ہی ہوتی ہے یعنی یہ کہ اس کے بندوں کو خدا تعالیٰ تک پہنچائیں اور اس کے مقرب بنائیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے ہیں تو اور ہی رنگ میں اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہیں۔ باتیں تو وہی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے بیان کیں لیکن وہ اپنے زمانہ کی زبان میں بولتے ہیں۔ وہ فطرت کے میلانوں کو اپیل کرتے ہیں۔ وہ اپنی قوم کے باریک قومی جذبات کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں کھینچتے بلکہ کہتے ہیں وہ خداوند خدا جو بجلیوں سے ظاہر ہوتا ہے گویا اسے مادی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

وہ اسے بجلیوں، آندھیوں اور طوفانوں میں دکھاتے ہیں لیکن حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں انہی باتوں کو اور طرز میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں لیکن حضرت موسیٰؑ کی زبان میں نہیں کیونکہ ان لوگوں کے لئے اور زبان کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آتا ہے۔ تو بات بدل جاتی ہے جہاں خدا تعالیٰ کو بجلیوں اور آندھیوں میں دکھایا جاتا تھا وہاں اب اسے محبت کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے وہ ہمیں پیار کرتا ہے، ہماری مصیبتوں پر کڑھتا ہے۔ گویا حضرت عیسیٰؑ اسے بجلیوں میں نہیں بلکہ ماں کے پستانوں اور اس کی شفقت آمیز تھپکیوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں بھی بات وہی ہے کہ خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے لیکن زبان بدل گئی چیز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لیکن اس کے لئے جو ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں ان میں فرق آ گیا۔ ان سب کے بعد رسول کریم ﷺ ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وقت انسانی دماغ کمالات کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، وہ مختلف زمانوں میں سے گذرتے ہوئے رشد حاصل کر لیتا ہے، جوانی کو پہنچ جاتا ہے، بچپن کی کیفیات پیچھے چھوڑ آتا ہے، وہ اپنے اندر امتیاز کی طاقت پیدا کر لیتا ہے، اس کے پرکھنے کی طاقت مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت طرز کلام بالکل بدل جاتا ہے۔ اگرچہ اب بھی اسے باپ اور اس کی محبت کی طرح دکھایا جاتا ہے لیکن باپ کی صورت میں نہیں بلکہ باپ کی محبت بتا کر اسے پیش کیا جاتا ہے۔حضرت داؤدؑ کی شاعری اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت سلمانؑ کی دانائی اور حضرت موسیٰؑ کی تلوار سے اب بھی کام لیا جاتا ہے حضرت عیسیٰؑ کی شفقت اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت نوحؑ کی پیشگوئیوں والی کڑک اب بھی موجود ہے حضرت ابراہیمؑ کے حلم کی شان اب بھی نمایاں ہے لیکن یہ سب چیزیں اپنے اپنے مقام پر ہیں اور ان سب میں سے گذار کر انسان کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو تعلیم حضرت نوحؑ نے دی وہی حضرت ابراہیمؑ نے پیش کی۔حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے بھی اسے ہی پیش کیا۔ وہی حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور رسول کریم ﷺ دنیا میں لائے لیکن ہر ایک نے اپنے اپنے زمانہ کی زبان کو استعمال کیا۔فطرت انسانی کے پیدا کرنے والے خدا نے ہر زمانہ میں ترقی پانے اور نشو نما حاصل کرنے والی فطرت انسانی کو پڑھا اور اس کے دماغ کو ٹٹولا اور جو حس اس کے دل کی باریک تاروں کو ہلانے والی تھی اس کو لیا اور اسی آلہ سے اس کے دل میں حرکت پیدا کی۔جس طرح ایک اچھا گوّیا پیانو بجاتے وقت وہی آلہ استعمال نہیں کرتا جس سے سارنگی بجاتا ہے۔ سارنگی وہ تار سے بجاتا ہے اور پیانو انگلیوں سے۔اسی طرح خدا تعالیٰ نے جو قانونِ قدرت کے گیت دنیا میں پیدا کرتا ہے جو اپنی پیدا کی ہوئی نیچر کی سریلی آوازیں نکالتا ہے اسی آلہ سے جو اپنے اپنے زمانہ میں دلوں کے باجے بہتر سے بہتر صورت میں بجانے کی قابلیت رکھتا تھا کام لیا۔

پس ہماری جماعت کو جو تبلیغی جماعت ہے جو دنیا کے اندر روح، زندگی، نہ مٹنے والی طاقت اور نہ دبنے والا جوش اور نہ پست ہونے والے ارادے پیدا کرنے کے لئے مبعوث کی گئی ہے محسوس کرنا چاہئے کہ یہ زمانہ کس قسم کا ہے۔ جب تک وہ اس زمانہ کے مطابق اور مناسب حال ذرائع استعمال نہیں کرتی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یاد رکھو تم جال میں پانی نہیں ٹھہرا سکتے، تم لوہے کی چادروں میں سے سیال چیزوں کو نہیں چھان سکتے، تم آگ کے ذریعہ ٹھنڈک پیدا نہیں کر سکتے خدا تعالیٰ نے جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق کام ہو گا اور جو انسان ان ذرائع کو استعمال نہیں کرتا جو کسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں وہ کامیاب بھی نہیں ہوسکتا۔ بہت سے نادان ہیں جن کی نادانیوں کا شکار بعض عقلمند بھی ہو جاتے ہیں فلاں رسول کے زمانہ میں یوں ہوتا تھا، فلاں نبی کی جماعت یوں کرتی تھی، تم نبی کی جماعت ہو کر یوں کیوں کرتے ہو۔ بے شک تمام انبیاءؑ کی جماعتوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس کے حصول کے ذرائع میں تغیر ہوتا رہا ہے۔ اگر آج ہو بہو وہی ذرائع استعمال کئے جائیں جو پہلے کئے جاتے تھے تو یقینا ناکامی ہو گی۔

انبیاء کی تعلیم میں تضاد کیوں؟

خدا تعالیٰ نے ہی حضرت بدھ سے کہا اپنے مریدوں سے کہو گلے میں جھولی ڈال لو اور جاؤ دنیا میں بھیک مانگو۔تمہارے لئے وہی رزق طیب ہے جو بھیک مانگ کر مہیا کیا جائے اپنے پاس کوئی پیسہ نہ رکھو۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی خدا نے پیدا کیا لیکن انہیں حکم دیا جا کر مریدوں سے کہو کھاؤ، پیو لیکن کل کے لئے خزانہ جمع نہ کرو۔ کسی سے مانگو نہیں اپنے گھر سے کھاؤ لیکن خدا سے ہر روز کی روٹی روز مانگو۔ پھر رسول اللہ محمد ﷺ کو اسی خدا نے مبعوث کیا لیکن یہ نہیں کہا کہ بھیک مانگ بلکہ فرمایا بھیک مانگنا ٹھیک نہیں بھیک مت مانگ۔حضرت بدھؑ کو خدا نے کہا بھیک مانگ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی خدا نے کہا مت مانگ اس لئے کہ بدھؑ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کے لئے بھیک مانگنا ہی ضروری تھا اور محمد رسول اللہؐ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کے لئے بھیک چھڑانا ہی ضروری تھا۔ نادان کہتا ہے ایک خدا کی طرف سے دو متضاد تعلیمیں کس طرح ہوسکتی ہیں لیکن وہ ایک ڈاکٹر کے دو نسخے دیکھ کر سبق حاصل نہیں کرتا۔ ایک وقت ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر کہتا ہے اسے فاقہ کرایا جائے۔ لیکن دوسرے وقت آتا ہے تو کہتا ہے تم نے اسے بھوکا مار دیا اسے یخنی دینی چاہئے یہ دینا چاہئے۔

اگر کوئی کہے یہ اچھا ڈاکٹر ہے پرسوں کہتا تھا کھانے کو کچھ مت دو اور آج کہتا ہے اسے کھانے کو کیوں نہیں دیتے تو وہ نادان ہے کیونکہ مریض کی صحت کے لئے پرسوں فاقہ ہی ضروری تھا اور آج اس کے لئے کھانا مفید ہے یہی حال قوموں کے علاج کا ہے۔

یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے

یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کا زمانہ اور تھا حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت نوحؑ کے زمانے اور تھے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ قیامت تک امتِ محمدیہ پر ابھی اور کتنے زمانے آئیں گے۔ بے شک قرآن کریم وہی رہے گا، احکام سنت تبدیل نہیں ہونگے، حدیث نہیں بدلے گی لیکن قرآن و حدیث کے پھیلانے کے ذرائع بدلتے جائیں گے۔ ایک زمانہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا صرف پیش کرنا ہی کافی تھا اور یہ بتانا ہی اس کی برتری کی دلیل تھی کہ اس میں توحید کی تعلیم ہے، یہ اخلاقی حالت کو

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

درست کرتا ہے لیکن آج اتنا کہنے سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔آج سوال ہوتا ہے فلسفہ نے جوشبہات ہمارے اندر پیدا کر دیئے ہیں، سائنس نے جوشکوک ہمارے دلوں میں ڈال دیئے ہیں ان کو قرآن حل کرتا ہے یا نہیں؟ آج زمانہ کے اندر غلامی اور آزادی، گورے اور کالے،سرمایہ دار اورمزدور کی جوتمیزیں پیدا ہوگئی ہیں کیا قرآن میں ان کا علاج موجود ہے؟ اگر نہیں تو قطع نظراس کے کہ یہ سوال غلط ہیں یا صحیح۔ اسے ماننے کو کوئی تیار نہ ہوگا۔

پروپیگنڈا اسی کامیابی کا ذریعہ ہے

ایک وہ زمانہ تھا جب فتح کے لئے اور ہتھیار استعمال ہوتے تھے لیکن آج وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَت (التکویر: آیت 11) کے ماتحت پروپیگنڈا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ یہ نشرصحف کا زمانہ ہے اور جب تک ہم یہ طریق اختیار نہ کریں گے ترقی نہیں کر سکتے ایک زمانہ میں لوگ اس قدرمصروف نہیں ہوتے تھے اور فارغ بیٹھ کر باتیں کر سکتے تھے۔ وہ زبانی تبلیغ کا زمانہ تھا لیکن ایک یہ زمانہ ہے جب کام زیادہ ہے اور لوگ ملنے سے گھبراتے ہیں دن کے وقت انہیں تبلیغ کرنی مشکل ہے۔ لیکن اگر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ یا اخبار کی کاپی ہو تو اسے ایک مصروف و مشغول انسان بھی بستر پر لیٹے ہوئے نیند کے انتظار میں مطالعہ کرسکتا ہے اور وہ کام جو ہم نہیں کر سکتے وہ ایک اخبار یا ٹریکٹ نہایت آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ رات کے گیارہ بجے جب کوئی ہمیں اپنے مکان کے اندر نہیں گھسنے دیگا ایک ٹریکٹ یا اخبار کو خود تلاش کر کے لائے گا تا نیند کے انتظار کا وقت اچھی طرح گذر جائے۔ بسا اوقات نیند اس پر غالب آجائے گی اور وہ اس تحریک کوختم نہ کر سکے گا لیکن وہ اونگھ کی گھڑیاں اس تحریر کو اس کے دماغ پر مکرر سہ۔کرر مختلف رنگوں میں نقش ہو رہی ہونگی اور وہ صبح کو ایک خاص اثر لے کر اٹھے گا۔

اخبارات

جس طرح خاص دائرہ میں کتابیں بہت اثر کرتی ہیں اسی طرح ایک دائرہ میں اخبارات بھی بہت اثر کرتے ہیں۔ ہمارے کئی ایک اخبارہیں الفضل، سن رائز، ریویو انگریزی، اردو، مصباح، احمدیہ گزٹ، الحکم یہ تو صدر انجمن کے اخبار ہیں۔ ان کے علاوہ فاروق اور نور بھی ہیں۔ پھر دیگر ممالک سے بھی ہمارے اخبارات شائع ہوتے ہیں۔بعض جماعتیں ٹریکٹ شائع کرتی ہیں۔ان اخبارات سے سلسلہ کی تبلیغ میں بھی مدد ملتی ہے اور جماعت کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ الفضل تو خیر ہے ہی اشاعت و تبلیغ کا اخبار

(الفضل مارچ 1929ء بحوالہ خطبات محمود
(خطبہ فرمودہ 22مارچ 1929ء) جلد 12 صفحہ 69 تا 76)

بقیہ: خاندانی منصوبہ بندی (قسط اول)...... از صفحہ 5

کہ ہماری ان لونڈیوں کوحمل قرار پائے تو ہم نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں ان حالات میں حکم نہیں دیتا کہ ضرورعزل سے رُکو مگر جس بچہ کا پیدا ہونا مقدر ہو وہ تو پیدا ہو ہی جاتا ہے۔

(ب) اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ :

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ جَارِیَةً ھِیَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَیْھَا وَ اَکْرَہُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزَلْ عَنْھَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّہ، سَیَاتِھَا مَا قَدِّرَلَھَا۔

(ابو داؤد و مسند احمد کتاب النکاح باب ما جاء فی العزل)

یعنی حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے مباشرت کا تعلق رکھتا ہوں مگر میں پسند نہیں کرتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگرتم ضروری خیال کرتے ہو تو اس سے عزل کر سکتے ہو مگرمقدر بچہ تو پیدا ہو کر ہی رہتا ہے۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کوگنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کرسب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَعْظَمَ شَانَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔'' فرماتے ہیں، فارسی شعر ہے کہ ۔

''موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تُواَند
جملہ درین راہ طفیلِ تُواَند''

(یعنی موسیٰ اور عیسیٰ سب تیرے ہی گروہ میں سے ہیں اور سب اس راہ میں تیرے ہی طفیل سے ہیں۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جلّشانہ' اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان کو کہہ دے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے سوتم اس کی پیروی کرو اور اَور راہوں پرمت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دور ڈال دیں گی۔ ان کو کہہ دے کہ اگرتم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ۔ میرے پیچھے چلنا اختیار کرو۔یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو۔ تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں ربّ العالَمین کے لئے خالص کرلوں۔یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ ربّ العالَمین ہے مَیں خادم العالَمین بنوں اور ہمہ تن اُسی کا اور اُسی کی راہ کا ہو جاؤں۔سو مَیں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کر دیا ہے۔ اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 165-160) یہ حوالہ جو مَیں نے پڑھا ہے یہ آئینہ کمالاتِ اسلام کا ہے۔

پس یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور یہ اُسوہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا۔ اب دیکھیں ہمارے مخالفین کا یہ اُسوہ ہے کہ وہ تو رحمت لے کر آئے تھے اور یہ لوگ کلمہ گوؤں کو بھی اذیتیں پہنچانے والے ہیں۔

(خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء)

20 اکتوبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:02	17:52
مدینہ منورہ	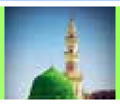	05:04	17:50
قادیان	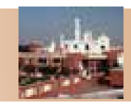	05:14	17:50
ربوہ		04:54	17:30
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:06	17:59